جلد02شمارہ18، 2025

Article

Effects of the Subcontinent's Physical and Political Environment on Urdu Poetry

برِ عظیم کی طبعی اور سیاسی صورت حال کے اُردو شاعری پر اثرات

Tahir Rashid*[1], Dr. Javed Iqbal [2]
[1]Ph.D Scholar, [2]Associate Professor/Head, Department of Urdu, The Imperial College of Business Studies, Lahore(DAIs)
*Correspondence Email: hodurdu@imperial.edu.pk

طاہر رشید،[1] ڈاکٹر جاوید اقبال[2]

[1]پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، دی امپیریل کالج آف بزنس اسٹڈیز، لاہور، [2]ایسوسی پروفیسر، شعبہ اُردو، دی امپیریل کالج آف بزنس اسٹڈیز، لاہور

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813
Received: 10-11-2025
Accepted:15-12-2025
Online:30-12-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Copyright: © 2025 by the authors.

Abstract:
The political and social conditions of the subcontinent, particularly during the time of the First War of Independence in 1857, had a profound impact on Urdu poetry. This research paper explores how the tumultuous events of the uprising, along with the subsequent British colonial rule, influenced the themes, expressions, and stylistic choices in Urdu literature. The paper analyzes the works of prominent poets such as Allama Iqbal, Mirza Ghalib, examining how the social unrest, oppression, and the struggle for freedom were reflected in their poetry. The study underscores the shift in poetic sensibilities from the pre-1857 era to post-1857, where themes of resistance, nationalism, and identity began to dominate the literary discourse. The political instability, British imperialism, and the socio-cultural transformation of the subcontinent triggered a period of intense reflection among poets, resulting in poetry that not only responded to the immediate events of the time but also contributed to the broader national consciousness.

Keywords:
Urdu poetry, First War of Independence, 1857, colonialism, nationalism, resistance, cultural identity, Mirza Ghalib, Allama Iqbal

اُردو شاعری پر 1857ء کی جنگ کے اثرات بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں دہلی علم و ادب کا مرکز سمجھا جاتا ہے تھاجہاں ہزاروں شاعر موجود تھے اور حساس نظر و دل رکھنے والے ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے جیسے جیسے محکوم حکومت ہوتے گئے انگریزوں نے اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی ذاتی وفات کی خاطر ظلم و ستم کا بازار گرم کرنا شروع کر دیا انیسویں صدی کے وسط تک انگریز اپنی چالوں اور حکمت عملی کی بدولت پورے ہندوستان پر قابض ہوگئے اور مسلمانوں کی وہ مظلومیت زندہ دل شاعروں سے دیکھی نہ گئی جس پر انہوں نے اپنے دل کی بھرات شاعری کے ذریعے نکال لی لیکن اس سے پہلے کہ اردو شاعری پر غدر کے حالات کا جائزہ لیا جائے پہلے ہم ہندوستانی تہذیب و معاشرت کے اثرات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں جس کے حالات کو سمجھنے میں اسانی ہوگی کیونکہ ہر ادب اپنے سماج کا ائینہ دار ہوتا ہے اردو شاعری پر مخلوط معاشرے کی روایات و اقدار کا اثر بھی نمایاں دیکھا جاسکتا ہے ہر زبان کا ادب اپنے ماحول کی عکاسی کرتا ہے خوااديب اور شاعر کتناہی اس بات کی گواہی کیوں نہ دے اس کی تخلیق وفاقی و کائناتی سردوں کو چھوتی ہے اس میں ماحول و معاشرت کا دباؤ نہیں پایا جاتا تو یہ ناممکن سی بات ہے ادیب اور شاعر معاشرے کے حساس ترین افراد ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ حالات کی کڑیوں کو اپنے قلم سے صفائی کرتاس پر بکھیرتے ہیں یہ عام انسان کے بس کی بات نہیں اسی طرح اردو زبان اور شاعری پر ہندوستان کے ماحول اور یہاں کی زندگی کی گہری چھاپ دیکھنے کو ملتی ہے۔

اُردو شاعری میں غیر ملکی مقامات اثار و قوائف نظر اتے ہیں جو ہمارے تہذیبی اثرات کا حصہ ہے لیکن یہ اثرات شعری اصطلاحات کی صورت میں جلوہ گرہے اردو مخلوط زبان ہے اس وجہ سے غیر ملکی اسماو اثار وغیرہ کا ذکر ناگزیر ہے البتہ شاعروں پر غور کرنے سے یہ راز منکشف ہوا کہ ان کے تخیل کی 54 بندی اکثر و بیشتر ہندوستان کی زمین و اسمان سے ہوئی ہے کسی بھی شاعر نے ایرانو عرب کے مناظرے فطرت کو موضوع نہیں بنایابلکہ اردو شاعری میں ہندوستانی مناظر فطرت کی تصویریں قدیم غزل میں تو کم لیکن قدیم مصنویات و قصائد کا خاصہ ضرور رہی ہیں ان میں مقامی ماحول و معاشرت کی سچی جھلک دکھائی دیتی ہے اردو شاعری میں موسموں پہاڑی مناظر دریاؤں پرندوں پھولوں باغات مقامات تقریبات لباس اور رہن سہن کی چھاپ سے ہم ہندوستان کی زندگی کا نقشہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں بسنت میں جو مشتر کہ ہندوستانی موسم سمجھا جاتا ہے بسنت کا لفظ دراصل بہار کا مترادف ہے جس طرح بہار کے موسم میں ہر چیز میں رعنائی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح بسنت کی ہوائیں حسن و عشق کے جذبات کو گن گداتی اور بھولے بسے دلوں میں محبت کے لطیف جذبات کو بھارتی ہے جس کی عکاسی اردو کے بہت سے شعراء کے ہاں ملتی ہے کلی کتب شاہ نے قدیم دکنی زبان میں ان جذبات کی عکاسی کو خوبصورت انداز میں کی ہے جس کی گوپی چند نارنگ نے اپنی کتاب کی زینت بنا کر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پیارے بسنت کا ہوا آئی آئی

سلیاں تن مشک زعفران لائیاں
پپیہا گاوتا ہے میتھے بیتیاں
مدھر رس دے ادھر رس کا پیالہ
کنٹھی کوئل سرس نادان سناوے
تن تن تن تن تن تن تن تلا لا
گرج بادل تھے دادر گیت گاوے
کوئل کوکے سو پھل بن کے خیالات(1)

اُردو شاعری جہاں موسمی حالات کی عکاس ہے وہی پہاڑی مناظر کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے یہ مختلف مناظر شاعری میں زندہ تصویروں کی مانند جھلکتے ہے ان پہاڑی مناظر میں ہمالیہ سب سے اہم ہے جس پر کئی شعراء نے قلم کشائی کی علامہ اقبال بھی اس سے پیچھے نہیں رہے ان کی نظر اپنی جذبے اور زور بیان کے اعتبار سے بہترین ہے اس میں مصر متحرک اور تشویہ پر شکوح ہے اس کا کمال یہ ہے کہ اس سے ہمالیہ کی عظمت وشوکت اور شکوہ شکوہ جمال نگاہوں میں پھرنے لگتا ہے:

اے ہمالہ! اے فصیل کشور ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر اسماں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں درینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے گردش شام و سحر کے درمیاں
اک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے
تو تجلی ہے سراپہ چشم بینا کے لیے(2)

گوپی چند نارنگ لکھتے کہ دریاؤں کی تو غیانیوں جولانی کے مناظر کے بیان میں بھی اردو شاعروں نے پس و پیش نہیں کیا اردو چونکہ ہندوستان کی سرزمین سے زرخیز پا ہوئی اسی لیے شاعری میں ہندوستان کے دریاؤں کی جھلکیاں فارس کاری کو اپنے شہر میں گرفتار کرتی ہے جن میں حمیت کی گن گنگا اور جمنا ہے گنگا ہندوؤں کا متبرک ترین دریا ہے گنگا پر اردو کی نظمیں لکھی گئی ہیں لیکن لطف ادا اور زور بیان میں در گاہے سب کو پیچھے چھوڑ گئے:

اے ابِ رودِ گنگا اف رے تیری صفائی

یہ تیرا حسن دلکش یہ تیری طرز دلربائی

جمنا تیری سہیلی گو ساتھ کی ہے کھیلی

اس نے مگر کہاں تیری سی جاں فزائی(3)

گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ راوی اور چناب کے دریاؤں پر حفیظ جلندھری کی نظم قابل ذکر ہے دریائے چناب کے عشقیہ کسے ان کی نظم میں موجود ہیں دریاؤں کے علاوہ اپ پاشی کا دوسرا ذریعہ جھیلے بھی شاعری کے حسن کو چار چاند لگاتی ہیں ان چیلوں میں کہیں غضب ناک جیلے بھی ہیں جنھوں نے کئی لوگوں کی جانیں لے لی تو کہیں ان اپنی خوبصورتی کا ثبوت دیتی جھیلیں بھی شاعری میں جلوہ گر ہے کشمیر کی جھیل ڈل کی خوبصورتی کو خوشی محمد نازر اور روش صدیقی نے بیان کیا، لیکن ہندوستان نے اس کی جتنی موثر انداز میں خوبصورتی کو بڑھایا اس کو کتاب میں اپنی کتاب میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"ناظر نے "ڈل" کے رنگین اور دلفریب نظاروں کی تصویر کشی

نہایت سادہ اور موثر لہجے میں کی ہے"(4)

ہندوستانی موسموں پہاڑوں اور دریاؤں کے مناظر کے ساتھ ساتھ چند پرند بھی شاعری کا خاصہ رہے تہذیبی روایتوں کے مطابق ہاتھی اور گائے ہندوستان کے اہم ترین جانور ہیں گائے مذہبی روایات اور ہاتھی قومی روایات وہمارا کی نشاندہی کرتا ہے مغل بادشاہوں کی زمانے میں بھی ہاتھی شاہی ادارت کے علامت رہا اس کے بغیر شاہی سواری کا تصور ہی معدوم تھا سولویں صدی میں جب اردو شاعری وجود میں انے لگی ہاتھی شاہی ساز وسامان اور جلوس کا لازمی جز بن چکا تھا جبکہ فارسی شاعری میں گھوڑے کا سراپہ قصیدے کا اہم ان سے رہا سودا میر حسن اور داغ کے قصیدوں میں گھوڑے اور ہاتھی کی تعریف پیش کی گئی نیز یہ اردو شاعری میں کوئی ایسا جز نہیں جو معاشرت وماحول سے میل نہ کھاتا ہو ہم اردو شاعری کی بدولت پھولوں باغات مقامات تقریبات اور رہن سہن کی تصویریں دیکھ سکتے ہیں اُردو شاعری میں جہاں باقی تصویریں دیکھی جاسکتی ہیں وہیں ہندوستان کی معاشرت کے تیہار تقریبات کی بھوک المونی بھی قابل توجہ ہے ہندوستانیوں نے موسموں کو دو حصوں میں تقسیم کیا پہلا حصہ تقریبا چار ماہ کا ہے جس میں موسم کے خوشگواروں اور خراب ہونے سے پہلے کے حصے کے تہواروں میں جان کی حفاظت پر زور دیا گیا دوسرا حصہ اٹھ مہینے کا ہے جس میں لطف و ارام پر زور دیا گیا ان تقریبات میں رکشہ بندھن دیوالی بسنت ہولی

میلے ٹھیلے اور دیگر مشاغل عام ہوتے تھے انہیں ہندوستانی رسومات کے باعث مسلمانوں میں بھی رسومات منائی جانے لگی جس کا اظہار اردو شاعری میں ملتا ہے دیوالی جو ہندوستانی رسم ہے اس کے لیے گھروں کی صفائی ستھرائی کا انتظام کیا جاتا ہے اور چراغاں روشن کیے جاتے ہیں اس رسم کی بدولت مسلمانوں میں اپنی محفل نعت ملاد عرس اور میلوں پر چراغ اور روشنیوں کا اج عام کیا اب مشترکہ ہندو مسلم معاشروں میں کوئی تہوار ایسا نہیں جو روشنیوں سے لیس نہ ہو اور انہیں انہی رسم ورواج کی اکاسی اردو شاعری میں دیکھنے کو ملتی ہے گوپی چند نارنگ لکھتے ہین کہ نظیر اکبر ابادی صحیح معنوں میں عوامی شاعر تھے اس لیے مقامی معاشرت کا کوئی شعبہ ان کی نظروں سے او جھل نہیں تھا ہولی کے جشن کی سمع بندی اس طرح ہے:

کچھ طبلے کھڑکے تال بجے کچھ ڈھولک اور مرد تنگ بجے
کچھ جھڑپیں بین ربابوں کی کچھ سارنگی اور چنگ بجے
کچھ تان پوروں کے جھٹکے کچھ دھمڑمی اور مرچنگ بجے
کچھ گھنگروچن کے چھم چھم چھم کچھ گت گت پر اہنگ بجے
ہے ہر دم ناچ گانے کی یہ تار بندھایا ہولی نے (5)

اُردو شاعری کے ائینے میں تہواروں اور تقریبات کو جو کیفیت نظر اتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تہوار مذہبی رسوم نہیں بلکہ باہمی میل جول اور معاشرتی ربط و محبت کے اہم ترین موقے ہیں اردو شاعری ہماری ملی جولی رنگارنگ معاشرت کی سچی عکاسی کرتی ہے اسی طرح مسلمانوں کی دیگر رسوم ہندوؤں سے لی گئی ہیں شادی بیالباس الوازمات مخلوط معاشرے کے این دار ہوتے ہیں تمام مخلوط ماحول و معاشرت کے مرکے جہاں اردو شاعری میں جلوہ گر ہوتے ہیں وہیں 1857 کے حالات نے بھی اردو شاہرا کو بہت متاثر کیا جس کا اظہار ہر شاعر نے اپنی شاعری میں کیا جس سے قاری اس دور کے حالات کی تصویریں شاعری میں دیکھ سکتا ہے 19 ویں صدی کے تقریبا وسط میں حب وطن کے تقاضے بدل گئے اور اردو شاعری پر وطن سے محبت کی چھاپ کا تصور مختلف ہو گیا کیونکہ اس صدی کے وسط تک پورا ہندوستان انگریزوں کے زیر تسلط اگیا اس زمانے کی اردو شاعری پر بھی اس کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں اس دور کے شعراء مخفی دلی جذبات کو الفاظ کا جامہ پہناتے رہے تھے مسلمان ہر لحاظ سے محکوم بنائے جا چکے تھے لہذا اگر وہ اپنے غصے کا اظہار کرتے تو مذہب ہی کا سہارا لیتے انگریزوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا مذہب خطرے میں ہے تاہم اضطراب کی ان چنگاریوں کو جب شجاعت اور بہادری کی ہوا ملی تو 1857 میں جنگ جنگل کی اگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی جس کا انگریز کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے اس اگ نے انگریزی عملداری کا خاتمہ کرنے کی کسر اٹھانہ رکھی لیکن جہاں مسلمانوں کے انقلاب کا تعلق ہے اجتماع جذبات منتشر ہونے کے باعث نکارارہ گیا ہے جس وجہ سے انگریز پھر کاغذ ہو گئے خواجہ محمد زکریا انگریزوں کے دوبارہ قابض ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انگریزوں نے اپنی بہترین حکمت عملی اور جان نثاری سے ایک ایک کر کے تمام مقامات پر قبضہ بحال کر لیاہندوستانی لوگوں نے بھی بہادری اور بے لوسی کے متعدد کارنامے انجام دیے رانی جانسی اور اس کی اس کے کمالدار تانیتاٹوپی دہلی میں بخت خان کانپور میں نانافرنویز بریلی میں خان بہادر خان اور اس قسم کے کئی دوسرے افراد نے حالات کا بڑی بے جگری اور دلیری سے مقابلہ کیالیکن اس بغاوت کا کوئی مرکزی لیڈر نہیں تھاجو تمام باغی قوتوں کو یکجک کر کے کسی حکمت عملی کے تحت انگریزوں کو نکال باہر کرتا اپس کے اختلافات باغی فوجیوں کی مضمون سرگرمیاں ان کے زیر انتظام علاقوں میں شاید بد انتظامی وغیرہ کے سبب عام لوگ دل سے ان کے ساتھ نہیں تھے انگریزوں نے سکھ افواج کی مدد سے وسطنبر تک دہلی پر دوبارہ قبضہ کر لیا"(6)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی ناچاکیوں کی وجہ سے دوبارہ انگریزوں کے زیر تسلط ائے اس کے بعد باغی سردار بریلی میں جمع ہوئے یہاں بھی شدید جنگ ہوئی اور باغی ہار گئے جون 1858 میں مولوی احمد شاہ مدراسی اور رانی لکشمی بھائی دونوں مارے گئے گودانہ صاحب اور ان کے ساتھی اس کے بعد بھی چھاپے مارتے رہے لیکن دراصل بریلوی کی شکست کے بعد باغیوں کا زور ٹوٹ گیااور ان کے بچے کچھ رہنما نیپال کے جنگلوں میں روپوش ہو گئے بہادر شاہ ظفر پر دلی میں مقدمہ چلایااور اکتوبر 1857 میں انہیں جلاوطن کر کے رنگون بھیج دیا گیا جہاں بے بسی کے عالم میں 1862 میں انتقال کر گئے وہی مدفون ہوئے اس 19ویں صدی کے حالات کی ذات میں کئی شاعر بری طرح ائے اور بعض نے عملی طور پر اس جنگ میں حصہ لیااور وطن پرستی کا حق بجالائے اردو کے شاعر کو بھی جذبے سے اس قدر اشنا تو نہ تھے لیکن جاہ و سروت کے کھو جانے پر مغموم تھے انگریزوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے شعرات تصوف رمض و ما کا سہارا لے کر انگریزوں کے خلاف جذبات کا اظہار کر رہے تھے تو کچھ کھلے انداز میں سیاسی واقعاتی حالات پر قلم کشائی کرنے کی جرات کر چکے تھے۔

مغلیہ دور کے اغاز کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ یورپ کی مختلف کمپنیوں نے پاؤں جمانے شروع کر دیے پرتگال کا واسکوڈ گاما کالی کٹ کے ساحل پر پہلے ہی 1498 میں لنگر انداز ہو کر وہاں کے راجہ زمورن سے کاروباری تعلقات استوار کر چکا تھا پرتگالی جنوب مغربی ساحل پر تجارت سے منافہ کماتے رہے اور اس ایت پھیلانے میں کوشاں رہے کچھ عرصہ ہالینڈ نے بھی اس طرح کے تجارتی تعلقات ہندوستان سے استوار کرنے کی کوشش کی مگر فرانس اور انگلستان کی کمپنیوں نے اپنی حیثیت زیادہ مضبوط کر کے 1840 کے لگ بھگ فرانسیسی جرنیل دوپلے نے مقامی نوابوں اور حکمرانوں سے روابط قائم کر کے حصول اقتدار کی کوشش کی مگر انگریزوں کی بہتری حکومت

عملی کو ایسے ناکام ہو گیا1600 میں انگلستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا کیا عمل میں اچکا تھا اور 1615 میں جہانگیر بادشاہ نے انگریزوں کو صورت میں فیکٹری قائم کرنے کی اجازت دے دی تھی یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا1690 میں انگریزوں نے کلک کرتے میں قلع بندی کی اجازت حاصل کر لی اور قلعے کو شاہ اغلستان ولیم سوم کے نام سے معصوم کر کے فورتھ ولیم کا نام دیا صوبہ بنگال بہار اور اڑیسہ پر بھی انگریزوں کا تسلط ہو گیا تھا جس کی مختصر کہانی یہ ہے کہ ان علاقوں کا مغل گورنر علی وردی خان مغل بادشاہ محمد شاہ سے احکامات حاصل کرنے کی بجائے خود مختار نواب بن گیا اس نے صوبے کا انتظام بہتر بنانے اور انگریزوں کے ساتھ ایک مناسب فاصلہ رکھا1756 میں اس کے انتقال کے بعد اس کے 20 سالہ نوجوان پوتا سراج الدین دولہ نواب بنا جس کا سپہ سالار میر جعفر تھا انگریزوں نے میر جعفر سے ساز باز کر لی اور 1757 میں جب پلاسی کے مقام پر سراج الدولہ اور کلائیو کے درمیان جنگ ہوئی تو جعفر اپنی فوجوں کے ساتھ الگ تھلگ رہا سراج الدولہ کو شکست ہوئی اور اس سے میر جعفر کے بیٹے نے قتل کر دیا ان کی موت پر درد مندوں کے دل پر جو گزری اس کی عکاسی راجہ رام نارائن نے موضوع اس اشعار سے بخوبی ہو سکتی ہے۔

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانا مر گیا اخر کو ویرانے پہ کیا گزری

سراج الدولہ کی وفات کے بعد میر جعفر نواب بنا لیکن انگریزوں نے جلدی سے بھی نکال دیا اور اس کی جگہ میر قاسم نواب بنا اس کی بھی انگریزوں سے نہ بن سکی تو اس نے اود کے نواب سجاؤ دولہ اور مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی کے ساتھ مل کر بکسر کے مقام پر انگریزوں سے 1867 میں جنگ کی چنانچہ انگریز بنگال بہار اڑیسہ پر قابض ہو گئے اور دیکھتے دیکھتے انگریز پورے ہندوستان پر قابض ہو گئے پھر جو چاہتے وہ منواتے جو چاہتے وہ کرواتے کرین کیا سے کہ اجرات نے یہ اشعار انہی علاج سے متاثر ہو کر کہے تھے

کہیے نہ انہیں امیر اب اور نہ وزیر
انگریزوں کے ہاتھ میں ہے قفس میں اسیر
جو کچھ وہ پڑھائے سو یہ منہ سے بولیں
بیگانے کی میناہیں یہ یورپ کے امیر(7)

مسلمان جب بالکل محکوم ہو چکے تھے تو پھر پہلے ہندوؤں کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ انہیں حالات سے نکلنے کے لیے احربی تعلیم کی طرف توجہ لوگوں کو رغبت دلانا ضروری ہے مشہور ہندوم راجہ رام نے 1823 سے تعلیمی تحریک کا اغاز کیا اور ان حلال ان کے حالات اہستہ اہستہ بہتر ہونے لگے جب کہ مسلمان جدید تعلیم سے دوری اختیار کیے ہوئے تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ جدید تعلیم سے رغبت انگریزوں ا کے کرپ نہیں انہیں مذہب سے ہٹا دے گا ان نازک حالات میں سر سید اور شاہ ولی اللہ کی تحریکوں نے نشاط ثانیہ کے دور کا اغاز کیا شاہ ولی اللہ کی تحریک اہم تھی جس سے مسلمانوں کو مذہبی سنبھالا دینے کے ساتھ انگریزوں کی بڑھتی سازشوں کو روکنے میں اہم کردار ادا کیا اردو شعر اکا 1857 کے حالات پر رد عمل بہت گہرا تھا اردو شاعروں میں مومن اس تحریک سے خاص طور پر متاثر تھے مومن شاہ اسماعیل شہید کے سید احمد بریلوی شہید کے مرید تھے اور ان کے خیالات کا مومن پر گہرا اصل تھا جس کے بحث خواجہ احمد فاروقی مومن کے حوالے سے لکھتے ہیں

"وہ غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کو اصل ایمان اور اپنی جان کو اس راہ میں صرف کر دینے کو سب سے بڑی عبادت سمجھتے تھے"(8)

مسلمانوں کی بغاوت سے پہلے ہی اردو شاعری میں انگریزوں کی دشمنی کے خیالات کا اثر بڑھنے لگا بغاوت کا اثر سب سے زیادہ دہلی میں رہا اور دہلی شورائے اردو کا سب سے بڑا مرکز تھا نادر شاہ اور احمد شاہ عبدالی کے حملوں اور مرہٹوں کی ہٹ دھرمیوں کی وجہ سے شاعری کی محفل سرد ہو گئی لیکن اس سماجی اور معاشرتی ابتری کے باوجود لوگ کچھ لوگ وہاں موجود رہے جن میں اکثر شاعر تھے بقول محمود شیرانی

"دلی ویران ہو رہی ہے اور اس کے فرزند تلاش ہم واش میں دربدر خاک بسر پریشان حالات پھرتے ہیں لیکن راجہ سے ہر جاتک جس کو دیکھو شوق شیر میں ڈوبا ہوا ہے زکور و اناس اور امی و عالم اس کی چیٹک سے خالی نہیں"(9)

دلی میں باذوق لوگ موجود ہونے کے باعث شعری حیات کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پایا لہذا 1803 میں جب انگریز دہلی پر قابض ہوئے تو ان کے چند سالوں کے بعد امن و امان کی صورتحال میں بہتری ائی اور عملی و ادبی رونقیں اور محفل لوگوں کو محصور کرنے لگی مولانا الطاف حسین حالی یاد گار غالب میں لکھتے ہیں

"تیرویں صدی ہجری میں جب مسلمانوں کا تنزل درجہ غایت کو پہنچ چکا تھا اور ان کی دولت عزت اور حکومت کے ساتھ علم و فضل اور کمالات بھی رخصت ہو چکے تھے حسن اتفاق سے دارالخلافہ دہلی میں چند اہل

کمال ایسے جمع ہو گئے تھے جن کی صحبتیں اور جلسے عہد اکبری و شاہ جہاں کی صوبت اور جلسوں کو یاد دلاتی تھی مگر جو باقی تھے اور جن کو دیکھنے کا فخر مجھ کو ہمیشہ رہے گا وہ بھی ایسے تھے کہ نہ صرف دلی سے بلکہ ہندوستان کی خاک سے پھر کوئی ویسا اٹھتا

نظر نہیں اتا"(10)

نیز ان شاعروں کی دلی میں موجودگی کے باعث دلی میں اردو شاعری کا حیا ہوا جن میں شیخ امام بخش صحبائی شیخ ابراہیم ذوق منشی صدر دین آزردہ مرزا اسد اللہ خان غالب نواب مصطفی خان شیفتا حکیم اغا جان ایش جیسے شاعر بھی تھے ازاد حالی داغ سالق مجروح جیسے قادر الکلام شاعر بھی موجود تھے اس زمانے میں مایاناز شاعر غالب اور مومن بھی تھے لیکن وہ بھی سن بلوغت کو نہیں پہنچے تھے اس لیے ان کے جوان ہونے تک شاعری کی محفل عروج پر تھی شاعری کے اس دور عروج میں انھوں نے بھی اکر اپنے جوہر دکھائے اور شاعری میں نام کمایا مختصر واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں دلی کے ہر طبقے کے لوگ شیر گوئی کی طرف مائل تھے بادشاہ اور شہزادے عمرہ اور بازاری صوفیا اور رند مشرق سب کو شیر گوئی کا ذوق تھا دہلی کے شعراء میں 357 شعرا کا ذکر ملتا ہے جن میں زیادہ تر ہم اثر ہیں شاہ نصیر مومن اور ذوق تو پہلے سے ہی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے لیکن کچھ شاعر تھے جنہوں نے دلی کے علاج صبح شام دیکھے قلعے کی تباہی اور شہر کی تباہی دراصل ان کی تباہی تھی اکچھ ایسے بھی تھے جو تماشائی بنے رہے لیکن کچھ نے جذبات کا اظہار قلم کی تلوار سے کیا اور انگریزوں کے خلاف نظمیں لکھی بہت سے شاعروں نے مصیبتیں صحیح اور قید و بند کی کڑیاں برداشت کیں غرض یہ کہ 1857 کے واقعات کی طرف اردو شاعروں کا رد عمل متنوع طریقوں سے جاری رہا اس نوعیت کو چند شعراء کی زندگیوں سے سمجھا جا سکتا ہے ان شعرا میں صہبائی آزردہ منیر شکو ابادی ظہیر دہلوی اور مولوی محمد حسین ازاد خاص طور پر قابل ذکر ہے غدر کے وقت صحبائی کوچہ چیلان میں رہتے تھے غدر کے بعد اس کوچہ پر مصیبت نازل ہوئی اور صہبائی بھی اس زد میں ائے اور اس کوچا کہ کئی دوسرے باشندوں کی طرح بالکل بے گناہ بے قصور قتل ہوئے ان کے ساتھ ان کے بیٹے بھی اور ان کے خاندان کے 21 افراد قتل ہوئے اس پر زردہ کہتے ہیں:

کیونکہ آزردہ نکل جائے نہ سودائی ہو
قتل اس طرح سے بے جرم جو صحبائی ہو

آزردہ غدر کے دنوں میں دہلی کے صدر الصدور تھے ان کا باغیوں کی مدد کرنا ثابت ہوا چنانچہ مسلمانوں کی شکست کے بعد یہ انگریزوں کے محکوم ٹھہرے ملازمت چھن گئی جائیداد بک گئی اور مکانات ڈھا دیے گئے نادر کتب خانہ لٹ گیا اور مدرسہ میں جس میں درس

دیتے تھے ڈھا دیا گیا ان سب پریشانیوں کے ساتھ زندگی کے اخری دن گزارے دلی کی صوبائی تباہی کا اثر ان کی شاعری خاص کر شہر شعب میں ملتا ہے مرزا اسد اللہ خان غالب سن 57 کے ہنگاموں میں اس کے بعد بھی دلی میں رہے اور اس کے حالات انہوں نے اپنی کتاب دستنبو میں لکھے فتح دلی کے بعد انگریز فوجیوں کی لوٹ مار سے مرزا غالب کا گھر تو محفوظ رہا لیکن ان کی بیوی نے اپنے زیورات میاں کالے خاں کے تہ خانہ میں رکھوائے تھے وہ انگریز حکومت نے لوٹ لیے غالب نے امن و امان کے قیام کے بعد جب پینشن کی بحالی کی بات کی تو انہیں صاف کہہ دیا گیا کہ وہ غدر میں باغیوں کے ساتھ تھے مختصرا یہ کہ مرزا کی نظر میں مستقبل اپنی مستقبل تھی اور غدر سے دو سال پہلے جب یہ فیصلہ ہوا کہ بہادر شاہ ظفر کے بادشاہی سلسلہ ختم ہو جائے گا تو غالب نے اپنے مستقبل کو انگریزوں سے وابستہ کرنے کی کوششیں شروع کی چنانچہ انگریزوں انگریزوں کے ساتھ منسلک ہونے میں کام یہاں ہونے کے بعد غالب نے ان کا ساتھ دیا تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی انہوں نے ملکہ وکتوریہ کی مداہ میں ایک قصیدہ شماریار وز گاریافت لکھا جو اپنی کتاب دستمبو کی پہلی اشاعت کے ساتھ شائع کروایا غدر کو غالب نے اکر برے ناموں سے یاد کیا تو اس میں کے لیے اس ہنگامے سے ان کے مستقبل کا نقشہ بگڑ گیا غالب حب وطن سے عاری نہیں تھے غدر کے بعد انگریزوں نے ہندوستانیوں پر جو ظلم کے پہاڑ توڑے غالب کو ان کا احساس تھا اپنے طبقے کی پامالی اور شہر کی ویرانی کا جو تذکرہ غالب کے ہاں ملتا ہے بڑا ہی تکلیف دہ ہے انگریزوں کی حکومت کے بعد کسی کو جرات تک نہ ہوئی کہ کوئی لفظ انگریزوں کے خلاف کہے لیکن غالب کے خطوط میں ان کی زیادتیوں کے واضح اشارے ملتے ہیں غدر کے بعد کے حالات اتنے ناگفتہ بعد تھے کہ انگریز انکھیں اشوب کراتی ہیں غالب نے سب کچھ اپنی انکھوں سے دیکھا اور اس مظلومیت اور بے بسی کا اظہار اس طرح کیا۔

بس کہ فعال ما یرید ہے اج
ہر سلحشور انگلستان کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
زہر ہوتا ہے اب انسان کا
چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے
گھر بنا ہے نمونہ زندان کا
شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاک

تشنہ خون ہے ہر مسلمان کا

کوئی وہاں سے نہ ا سکے یہاں تک

ادمی وہاں نہ جا سکے یا کا

میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا

وہی رونا تن و دل و جاں کا

گاہ جل کر کیا کہیے شکوہ

سوزش داغ ہائے پنہاں کا

گاہ رو کر کیا کہیے باہم

ماجرہ دید ہائے گریاں کا

اس طرح کے وصال سے یا رب

کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا(11)

اس سے دہلی کے حالات کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے اس طرح غالب کے دیگر خطوط جو دوستوں شاگردوں اور رشتہ داروں کے نام لکھے تباہی کا عکس واضح نظر اتا ہے اس سے انکھیں اشکبار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی سن 57 کے واقعات میں اردو شاعری کا جو حصہ ہے اس میں سر گروہ شعراء میں بہادر شاہ ظفر مرزا جعفر سلطان مرزا برجیس قدر اور نواب بریلی اردو کے شاعر بھی تھے بریلی کے انواب خان بہادر خان راجھوں میں شمار ہوتے تھے جنہوں نے غدر کے زمانے میں انگریزوں کے خلاف نہایت جوان مردی سے لڑائیاں لڑی انگریزوں کے غلبے کے بعد انہیں بغاوت کے جرم میں پھانسی پر لٹکا دیے گئے بہادر شاہ ظفر عمر و مزاج کے تقاضوں کی وجہ سے انقلابیوں کا پورا پورا ساتھ نہ دے سکے لیکن ان کی جرات کو بڑھاتے رہے۔

دلی کے اجڑنے پر اپنے تاثرات کا اظہار ہر شاعر کے ہاں منفرد جہاد میں ملتا ہے کہیں کسی نے شہر شوپ کسی نے غزل تو کسی نے نظم میں قلم کشائی کی شہر الشوبوں میں شاعروں نے مخصوص حالات مزاج اور طبیعت کے مطابق زوال کی داستانوں کو بیان کیا اردو شاعروں

کی بڑی تعداد جن میں شہاب الدین ساکب داغ مرزا حسین علی خان راقم قربان علی بیگ سالک مصطفی خان شیفتا ظہیر الدین ظہیر باقر علی خان کامل اور میر مہدی حسین مجروح شامل ہیں ان میں سے زیادہ کا تعلق اس عظیم الشہ مشاعرے سے ہے جو اس خونی ہنگامے کے بعد دلی میں منعقد ہوا تھا اس مشاعرے کی تاریخ اہمیت تو ہے ہی ادبی لحاظ سے بھی یہ اپنی نوعیت کا پہلا اجتماع تھا جس میں کم و بیش 30 شعر ان مل کر واقعاتی موضوع پر تبا ازمائی کی جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی و قومی تھا ہر شاعر نے ویدر کے واقعات کے خلاف رد عمل کا اظہار مختلف اور متنوع طریقوں سے کیا کسی نے سماجی و معاشی صورتحال کو دیکھا تو ضرور لیکن انگریزوں کی مخالفت کی کے ڈر سے اظہار خیال میں بے اتنائی بتی کسی نے انگریزوں سے مرات حاصل کرنے کی غرض سے غدر کے واقعات وحالات سے روح گردانی کی مختصر ا 1857 کے حالات نے شاعروں کو متاثر ضرور کیا جس کی بدولت انہوں نے اپنی شاعری میں کہیں ربض واماں کا سہارا لے کر تو کہیں کھل کر جذبات کا اظہار کیا

حوالہ جات

1۔ گوپی چند نارنگ، ہندوستان کی تحریک ازادی اور شاعری، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو، 2003ء، ص:31

2۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال (اُردو) لاہور، اقبال ایک آکادمی پاکستان، 2018ء، ص:35

3۔ گوپی چند نارنگ ہندوستان کی تحریک آزادی اور اردو شہری نئی دہلی قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان 2003ء، ص:55

4۔ ایضاً ص:55۔59

5۔ ایضاً ص:129

6۔ خواجہ محمد ذکریا تاریخ ادویات اردو لاہور پنجاب یونیورسٹی 2001، ص:4-5

7۔ گوپی چند نارنگ، ہندوستان کی تحریک ازادی اور شاعری، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو، 2003، ص:289

8۔ ایضاً ص:290

9۔ محمود شیر انی، حافظ، پنجاب میں اُردو، لکھنو، مکتبۂ کلیاں، 1960، ص:148

10۔ حالی، یادگار غالب، نئی دہلی، غالب انسٹیٹیوٹ، 1986 ص:11

11۔ محمد انوار الحق، مفتی، دیوان غالب جدید، مرتبہ، بھوپال، مدھیہ پردیش اردو اکادمی، 1921، ص:481

References:

1. Gopi Chand Narang, Hindustan ki Tehreek-e-Azadi aur Shaeri, Nai Dilli, Qaumi Council Baraye Farogh-e-Urdu Zaban, 2003, p. 31.
2. Allama Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal (Urdu), Lahore, Iqbal Academy Pakistan, 2018, p. 35.
3. Gopi Chand Narang, Hindustan ki Tehreek-e-Azadi aur Urdu Shaeri, Nai Dilli, Qaumi Council Baraye Farogh-e-Urdu Zaban, 2003, p. 55.
4. Ibid., pp. 55–59.
5. Ibid., p. 129.
6. Khwaja Muhammad Zakariya, Tarikh-e-Adabiyat-e-Urdu, Lahore, Punjab University, 2001, pp. 4–5.
7. Gopi Chand Narang, Hindustan ki Tehreek-e-Azadi aur Shaeri, Nai Dilli, Qaumi Council Baraye Farogh-e-Urdu Zaban, 2003, p. 289.
8. Ibid., p. 290.
9. Mahmood Shirani, Punjab Mein Urdu, Lucknow, Maktaba-e-Kalyan, 1960, p. 148.
10. Altaf Hussain Hali, Yadgar-e-Ghalib, Nai Dilli, Ghalib Institute, 1986, p. 11.
11. Muhammad Anwar ul Haq Mufti, Diwan-e-Ghalib Jadeed (Murattaba), Bhopal, Madhya Pradesh Urdu Academy, 1921, p. 481.